سزائے ارتداد کی معاصر تعبیر و تفہیم کا تجزیاتی مطالعہ (مسلم مفکرین کی آرا کی روشنی میں)

فریدہ یوسف*

Abstract

This study aims to examine the historical background of the debate on punishments to apostates that are established in classical Islamic texts. This study indeed analyzes thethought, that majority of Muslim jurists have founded their claim that the apostate must be put to death. Though Islamic scholars from past centuries -- Ibrahim *al-Nakha'i*, Sufyan *al-Thawrī*, Shams al-Din *al-Sarakhsī*, Abū al Walīd al-Bājī, and Ibn Taymiyyah -- have all held that apostasy is a serious sin, but not one that requires the death penalty. The same opinion is found in the views of contemporary scholars *Muṣṭafā al-Zarqā*, Wahba al-*Zuhailī*, Sheikh Ali Gumma, Dr Fazal-ur-Rahman, Taha Jabir Al-Alwani, Tariq Ramadan and Javed Ahmad Gamidi. This paper not only examines how Muslims should understand the question of apostasy in the contemporary context when the principle of freedom of religion is acquainting ground in the world but also argues approaches towards apostasy that whether this act of apostasy is religious or political offence. And the death penalty imposed to the apostate is due to his disbelief or his renouncement of the social and political authority and system of the state. This paper also seeks the attention towards the causes of apostasy in present time and suggests paying more efforts in the prevention of Apostasy rather than the suggessions of punishment.

Keywords: Apostasy, Islam, Jurists, System, Religion

دور حاضر میں حالات و زمانہ کی رعایت کی وجہ سے نصوص کی تفہیم میں نئی جہتیں سامنے آئی ہیں۔ عصرِ حاضر میں اسلامی دنیا میں سے مصطفی الزرقا[1]، وھبہ الزحیلی[2]، ڈاکٹر فضل الرحمن[3]، ہاشم کمالی[4]، طارق رمضان[5]،

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ بہاالدین یونیورسٹی، ملتان، پوسٹ ڈاکٹورل فیلو، اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

[1] مصطفی الزرقا شام میں (۱۹۰۷-۱۹۹۹ء) میں پیدا ہوئے، رسمی تعلیم کے حصول کے ساتھ اپنے والد سمیت معروف علمائے دین سے شریعت اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اہم مناسب پر فائز رہے۔ شام کی پارلیمنٹ کے ممبر رہے۔ دمشق میں فقہی انسائکلوپیڈیا کے

ڈاکٹر طہ جابر العلوانی[6] جاوید احمد غامدی[7] اور دیگر نے ارتداد کی سزا کے طور پر سزائے موت کے جواز یا عدمِ جواز پر گفتگو کی ہے۔ سزائے ارتداد یا قتل مرتد موجودہ دور کا قابل بحث موضوع ہے۔ اس پر صدر اول سے ہی مختلف آراء

پراجیکٹ کے صدر رہے۔ فقہی انسائیکلوپیڈیا کویت کے مشیر رہے۔ مصفی الزر قاعصر حاضر کے معروف فقیہ ہیں۔ بارہ اہم کتب اور بے شمار مقالہ جات کے مصنف ہیں۔

[2] وھبہ الزحیلی(۲۰۱۵-۱۹۳۲ء) عالم اسلام کے جید عالم اور معروف فقیہ تھے۔ معروف علمی شخصیت، جامعہ الازہر مصر میں مدرس رہے۔ معروف معاصر فقہی کتاب "**الفقہ الاسلامی وادلتہ**" کے مصنف ہیں۔ آپ کے موضوعات میں مذاہب اربعہ کا تقابلی جائزہ، فقا شافعی، اسلامی قانون، سیرت، حدیث اور تفسیر وغیرہ شامل تھے۔ آپ کی **تفسیر منیر** پاکستانی جامعہ پنجاب کے ایم اے اسلامیات کے نصاب میں بھی شامل ہے۔

[3] ڈاکٹر فضل الرحمن (۱۹۱۹-۱۹۸۸ء) اسلام کے جدت پسند عالم، سکالر اور محقق تھے۔ انہوں نے خود کو اصلاح واجتہاد جیسے امور کے لیے وقف کرر کھا تھا۔ انکا علمی کام پاکستان، ملائشیا، انڈونیشیا اور ترکی میں معروف ہوا۔ برطانیہ اور کینیڈا میں تدریسی فرائض انجام دینے کے بعد وہ ۱۹۶۳ء میں اسلام آباد کے ادارہ تحقیقات اسلامی کے سربراہ مقرر ہوئے۔ تاہم ان کی جدت پسندی کی وجہ سے ان پر بہت تنقید ہوئی۔ ۱۹۶۸ء میں ان کو پاکستان چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد وہ کیلیفورنیا، میک گل اور شکاگو کی یونیورسٹیز میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔

[4] محمد ہاشم کمالی (پیدائش ۷ فروری ۱۹۴۴ء) ایک افغان اسلامی اسکالر اور ملیشیا کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں قانون کے سابق پروفیسر ہیں۔ انہوں نے ۱۹۸۵ء سے ۲۰۰۴ء کے درمیان اسلامی قانون اور فقہ کی تعلیم دی۔ انھیں "انگریزی زبان میں اسلامی قانون پر سب سے زیادہ پڑھے جانے والے مصنف کے طور پر جانا جاتا ہے۔

[5] طارق رمضان ۲۶ ستمبر ۱۹۶۲ء کو جینوا سوئٹزرلینڈ میں پیدا ہوئے۔ وہ مسلمان سکالر سعید رمضان کے بیٹے اور اخوان المسلمون کے بانی امام حسن البنا کے نواسے ہیں۔ ان کے والد مصری صدر جمال عبدالناصر کے دور میں جلاوطن کر دئے گئے تھے جس کے بعد وہ پہلے سعودی عرب اور پھر سوئٹزرلینڈ منتقل ہو گئے۔ طارق رمضان نے یہاں ہی گریجویشن اور پھر فلسفہ اور فرانسیسی ادب کی تعلیم حاصل کی۔ عربی اور مطالعہ علوم اسلامی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے وہ جامعۃ الازہر چلے گئے۔

[6] ڈاکٹر طہ جابر العلوانی(۲۰۱۶-۱۹۳۵ء) عالمی سطح پر معروف تھنک ٹینک؛ عالمی ادارہ برائے اسلامی واشنگٹن ڈی سی کے بانیان میں سے تھ۔ شمالی امریکہ کی فقہ کونسل کے بانی اور چیرمین بھی رہے۔ فکر اسلامی، اصول فقہ قرآنیات اور فقہ الاقلیات ان کی دلچسپی کی میدان رہے۔ جامعہ الازہر قاہرہ سے ۱۹۷۳ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ امام غزالی کی "المستصفی" پر کام کیا۔ ادب اختلاف، فقہ الاقلیات، ارتد، اجتہاد اور اصول فقہ جیسے اہم موضوعات پر ان کی تحریریں موجود ہیں۔ مجتہد عالم دین ہیں۔ کئی مسائل پر جمہور سے ہٹ کر رائے دی۔

اور واقعات ملتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موقع اور حالات کی مناسبت سے دونوں ہی باتوں (قتل کر دینا، سزا میں کمی / معافی) پر تعامل موجود ہے۔ اکثر علماء اور مفکرین نے مرتد کے لیے قتل کی سزا کو ہی درست تسلیم کیا اور اس کے لیے انہوں نے عہد رسالت اور خلفاء راشدین کے دور سے مثالیں دیں، اور کچھ نے قتل کے علاوہ کوئی تعزیری سزا دینے (جبکہ وہ اپنے عمل سے کسی نقصان کا مرتکب ہو) یا اس کو معاف کر دینے کا موقف اختیار کیا انہوں نے بھی اپنے استدلال میں انہی واقعات کو پیش کیا مگر ان کا نکتہ نظر تھا کہ وہ سزا محض عقیدہ کی تبدیلی کی نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد بغاوت کو روکنا تھا ورنہ ہمیں ایسی اور بھی مثالیں ملتی ہیں جن میں مذہب چھوڑنے پر سزا نہیں دی گئی ۔ ارتداد کے بغاوت سے منسلک ہونے کا نظریہ رکھنے والے مفکرین میں ابراہیم النخعی[8]، محمد ابن احمد السرخسی[9]، ابو الولید الباجی، ، برہان الدین مرغینانی[10]، ابن الہمام[11]، علی جمعہ[12]، حسین علی منتظیری ، جاوید احمد غامدی اور طارق رمضان شامل ہیں۔

---

[7] جاوید احمد غامدی، ۱۹۵۱ء میں ضلع ساہیوال کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ معروف عالم، مدبر مفکر۔ روایتی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسۂ فراھی سے وابستہ ہوئے۔ مولانا امین احسن اصلاحی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ دانش سرا، المورد، ماہنامہ اشراق، Renaisansce کے بانی، ہیں کئی کتب، برھان، میزان، البیان، اشراق اور خیال و خامہ کے مصنف ہیں۔ سنت اور حدیث کے حوالے سے اپنے نطقہ نظر کی وجہ سے روایتی مذہبی طبقات کی طرف سے شدید تنقید کا نشانہ رہتے ہیں۔

[8] علقمہ بن قیس بن عبد اللہ بن مالک بن علقمہ بن سلامان بن کہیل بن بکر بن عوف بن نخع نخعی۔ آنحضرت ﷺ کے عہد میں پیدا ہوئے اکابر صحابہ سے استفادہ کا موقع ملا عمر فاروق، علی مرتضیٰ، عبد اللہ بن مسعود، حذیفہ بن یمان، سلمان۔ فارسی، وغیرہ اکابر صحابہ موجود تھے، فقیہ الامت عبد اللہ بن مسعود کے سر چشمہ فیض سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ استفادہ کیا۔ وسعتِ علم کے اعتبار سے علقمہ ابن مسعود کے ممتاز اصحاب میں سے تھے، عبد اللہ بن مسعود کی یہ سند کہ جو کچھ میں پڑھتا اور جانتا ہوں وہ سب علقمہ پڑھتے اور جانتے ہیں ان کے وسعت علم کے لیے کافی ہے۔ ۶۲ھ میں کوفہ وفات پائی۔

[9] امام سرخسی محمد بن احمد بن ابو سہل ابو بکر السرخسی متوفی (۴۸۳ھ) ہیں۔ امام الکبیر شمس الائمہ کے القابات سے معروف ہیں۔ اہم کتاب المبسوط کے مصنف ہیں۔

[10] علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل، فرغانی مرغینانی (۵۹۳۔۵۳۰ھ)، حضرت ابو بکر صدیق کی اولاد میں سے تھے۔ خطاب برھان الدین تھا۔ فقہائے احناف میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ فقہ حنفی کی بنیادی کتب بالخصوص ہدایہ کے مصنف ہیں۔

[11] ابن ہمام (۱۴۵۷۔۱۳۸۸ھ) فقہ حنفی کے معروف مصنف ہیں۔ ان کی اہم ترین کتاب فتح القدیر ہے۔

عصرِ حاضر میں جن علمائے ارتداد کی سزا موت تجویز کی ان میں مفتی محمد شفیع نے آیت حرابہ سے استدلال کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کہ بارے میں نازل ہوئی جو حضور پاک ﷺ کے دور میں مرتد ہو گئے تھے اور یہ آیت ان کے لیے قتل کی سزا تجویز کرتی ہے۔[13] اسی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے احادیث اور اثار کو ذکر کیا ہے، جیسے کہ حدیث ہے: ''من بدل دينه فاقتلوه''[14] کہ جو بھی اپنا دین بدلے اس کو قتل کر دو، نیز آپ ﷺ کے علاوہ خلفاء راشدین نے بھی مرتدین کے خلاف مہمیں چلائیں جیسے کہ حضرت خالد کو مرتدینِ یمامہ اور مسلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا،[15] مرتدینِ بحرین کی طرف العلا بن حضرمی کو، مرتدین عمان کی طرف عکرمہ بن ابی جہل اور مرتدینِ نجیر کی طرف مہاجر بن ابی امیہ کو بھیجا۔[16]

مولانا مودودی مرتد کی سزا کے بارے میں کہتے ہیں کہ مرتد کو سزائے موت دینے کے حق میں عام دلیل اس اصول پر مبنی ہے کہ اسلام نہ صرف ایک مذہب ہے، بلکہ ایک معاشرتی اور سیاسی حکم بھی ہے۔ جو شخص منظم معاشرے کی بنیاد سے متفق نہیں ہے اس کے پاس صرف دو متبادلات موجود ہیں: وہ یا تو معاشرے کی حدود سے باہر ہو جائے یا شہری کی حیثیت سے تمام حقوق سے محروم رہے۔ موخر الذکر حالت موت سے زیادہ بدتر ہے لہذا اس کو مارنا بہتر ہے۔[17]

ارتداد کے حوالے سے شیعی نکتہ نظر جمہور اہل سنت کی نسبت متشدد ہے۔ ایران کے بڑے آیت اللہ خمینی واضح طور پر مرتد کے لیے سزائے موت کا حکم دیتے ہیں یہ رائے انہوں نے ۱۹۸۹ء میں انڈیا کے مرتد سلمان

---

[12] شیخ علی جمعہ جامعہ ازہر مصر میں استد، فقیہ مفسر فقیہ محقق سنی عالم دین، شافعی اور اشعری مسلک کے پیروکار ہیں (۲۰۱۳۔۲۰۰۳ء) مصر کے اٹھارویں مفتی اعظم کے طور پر خدمات انجام دیں۔ ان کو شدت پسندوں کی طرف سے نفرت کی علامت قرار دیا گیا۔ انتہائی جدید، اعتدال پسند صنفی مساوات کے قائل عالم ہیں۔

[13] شفیع عثمانی، جواہر الفقہ، **مرتد کی سزا اسلام میں**، (کراچی: مکتبہ دار العلوم، ۱۴۱۹ھ)، ۲: ۲

[14] بخاری، محمد بن اِسماعیل، **صحيح البخاري**، ۹: ۱۵

[15] سیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، **تاریخ الخلفاء**، (مکتبہ نزار مصطفی الباز، ۲۰۰۴ء)، ۱: ۵۹

[16] ایضا، ۶۰

[17] مودودی، ابو الاعلی مولانا، **مرتد کی سزا اسلامی قانون میں**، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۶۳ء)، ۴۵۔۴۸

رشدی کی سزائے موت کے حوالے سے ظاہر کی۔[18] آیت اللہ علی خامنائی نے بھی اپنے ۲۰۰۷ء کے فتوے میں مرتد کی سزا قتل ہی بیان کی۔[19]

اسی طرح عراق کے سب سے بڑے مجتہد آیت اللہ سعد علی الحسینی السیستانی نے مرتدین سے متعلق سوال کے جواب میں اپنا موقف ظاہر کیا انہوں نے مرتد کی دو اقسام بتائیں فطری (پیدائشی مسلمان) ملی (اسلام کو قبول کرنے والا) فطری کی سزا یہ ہے کہ اس کو فوری طور پر قتل کر دیا جائے اور مرتد ہوتے ہی اس کی بیوی کو اس سے الگ کر دیا جائے یعنی اس کا نکاح بغیر طلاق کے ہی ختم ہو جائے گا اس کی تمام میراث سب قرضوں کی ادائیگی کے بعد اس کے وارثوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ملی مرتد کے بارے میں بھی: جبکہ مرتد مرد ہو یہی سب احکام نافذ ہوں گے سوائے اس کے کہ اس کو توبہ کا موقع دیا جائے گا۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو مار ڈالا جائے۔ اگر مرتد عورت ہو تو وہ قتل کی بجائے قید کی جائے گی اور ہر نماز کے وقت اس کو سزا دی جائے (مارا جائے) جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے عورت کے فطری یا ملی دونوں صورتوں کے ارتداد کے مساوی احکام ہیں۔[20]

مولانا تقی امینی سزائے ارتداد کے بارے میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ارتداد کی سزا ظلم و زیادتی کی بنیاد پر ہے نہ کہ کفر و شرک اور تبدیلی مذہب کی بنا پر۔ غیر مسلموں سے تعلقات کی اصل صلح اور امن ہے۔[21]

عنایت اللہ سبحانی ارتداد کے بارے میں اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ نے ہدایت اور گمراہی کے راستے واضح کر دیے ہیں اور دین کے معاملے جبر یا زبردستی سے منع کیا ہے تو اس کے بعد اگر کوئی شخص آزادی کا

---

[18] Sheila Rule, *Khomeini Urges Muslims to Kill Author of Novel*, N.Y. TIMES, Feb.15,1089, at Al

[19] *Iran tatamassik bi-fatwa al-khamini bi-hadar dam salmanrushdi* [Iran Renews Khomenei's Death Warrant for Salman Rushdie], ALJAZEERA, June 24, 2007, http://www.aljazeera.net/NR/exeres/E7C1665B-16C4-435B-96C2-04AB84550B3D.htm?wbc_purpose=basic

[20] *Al-Isi'lawa al-Ajwaba*>>al-Irtidad (3) [Questions and Answers: Apostasy (3)], OFFICIAL WEBSITE OF GRAND AYATOLLAH SISTANI, http://sistani.org/local.php?modules=nav&nid=5&cid=28(last visited Feb.27, 2009).

[21] محمد تقی امینی، **احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت**، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار)، ۴۷

فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی مرضی سے اسلام کے علاوہ کوئی دین اختیار کرتا ہے تو اس کے لیے قتل کی سزا کیوں؟ قرآن بار بار اس کو مختلف انداز سے بیان کرتا ہے۔[22] جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ[23]

"اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔"

یہی مفہوم سورہ الدھر آیت نمبر ۳ میں ہے کہ ہم نے اسے سیدھا راستہ دیکھایا کہ وہ یا تو شکر گزار ہو، یا نا شکرا بن جائے، سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۱۷ میں اسلام سے پھر جانے والے کے اعمال کا اکارت ہو جانا بیان کیا گیا ہے اور ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے، محمد آیت ۲۵ تا ۲۷ میں بھی یہی بات ذکر کی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کفر اور شرک کے برے انجام سے ڈراتا ہے اور اسلام کی طرف پلٹنے کی تلقین کرتا ہے لیکن اس معاملے میں جو آزادی دی گئی ہے اس کو باقی رکھتا ہے۔[24] دیگر علماء کرام جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں "من بدل دينه فاقتلوه"[25] اس حوالے سے کہتے ہیں کہ اس میں قتل کی سزا اصلا تبدیلی مذہب کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ اسلام اور اسلامی نظام کے خلاف ایک زبردست سازش تھی۔

حضور پاک ﷺ کے دور میں جن کے بارے میں قتل کا حکم دیا گیا وہ محارب تھے اور ان کو محارب سمجھا بھی جاتا تھا۔ عبد القادر عودہ ارتداد کی تعریف ہی اس انداز مین کرتے ہیں: مع نيال ردة ترك لدينا لا سلام يو الخروج عليه بعداء تناقه[26]

ردت کا معنی ہے دین اسلام کو چھوڑ کر اسی کے خلاف خروج کرنا۔

یعنی اس وقت مسئلہ ارتداد کا نہ تھا بلکہ وہ سازش تھی جس سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان کا اندیشہ تھا۔[27]

---

22 سبحانی، عنایت اللہ اسد، **مرتد کا حکم اسلامی قانون میں**، ۷

23 الکہف: ۲۹

24 سبحانی، عنایت اللہ اسد، **مرتد کا حکم اسلامی قانون میں**، ۸

25 حمیدی، أبو بكر عبد الله بن الزبير بن عيسى بن عبيد الله القرشي الأسدي الحميدي، ۱: ۴۶۱؛ بخاری، محمد بن إسماعیل، صحيح البخاري، ۹: ۱۵

26 عودہ، عبد القادر، **التشریع الجنائی الاسلامی**، (تہران: ۱۴۰۲ھ)، ۱: ٦٦١

27 سبحانی، عنایت اللہ اسد، **مرتد کی سزا اسلامی قانون میں**، ۲۸

اسی طرح وہ مہمیں جو مرتدین کے خلاف چلائی گئیں ان کا مقصد سب کو قتل کرنا نہیں تھا بلکہ بغاوت کا خاتمہ تھا اور باغیوں کو اسلامی حکومت کا تابع دار بنانا تھا۔ یہ قتال ایک سیاسی عمل ہوتا ہے یہ شرعی حد نہیں ہوتی۔ [28]

ڈاکٹر طہ جابر علوانی کے رائے یہ ہے کہ قرآن شریعت کا مصدر اول ہے اس میں کسی بھی حوالے سے دین کے بدلنے پر کوئی حد جاری نہیں کی گئی ہے۔ اپنی رائے کی تائید میں متعدد آیات ذکر کی ہیں جن میں اسلام سے پھر جانے اور کفر اختیار کرنے پر آخرت میں دردناک عذاب کی وعید ہے اور اعمال کے اکارت ہو جانے کا ذِکر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

مَن كَفَرَ بِٱللَّهِ مِن بَعْدِ إيمَانِهِ إِلاَّ مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِٱلإِيمَانِ وَلَـٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْراً فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ [29]

"جو شخص اللہ پر ایمان لانے کے بعد اس کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرے، وہ نہیں جسے زبردستی (کفر کا کلمہ کہنے پر) مجبور کر دیا گیا ہو، جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، بلکہ وہ شخص جس نے اپنا سینہ کفر کے لیے کھول دیا ہو۔ تو ایسے لوگوں پر اللہ کی طرف سے غضب نازل ہوگا، اور ان کے لیے زبردست عذاب تیار ہے۔"

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَعْبُدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ ٱطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ ٱنْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ ٱلدُّنْيَا وَٱلآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْخُسْرَانُ ٱلْمُبِينُ [30]

"اور لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو ایک کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ چنانچہ اگر اسے (دنیا میں) کوئی فائدہ پہنچ گیا تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش پیش آگئی تو وہ منہ موڑ کر (پھر کفر کی طرف) چل دیتا ہے۔ ایسے شخص نے دنیا بھی کھوئی، اور آخرت بھی۔ یہی تو کھلا ہوا گھاٹا ہے۔"

---

[28] ایضا

[29] النحل:۱۰۶

[30] حج:۱۱

جابر علوانی کہتے ہیں کہ سب سے بڑا جرم شرک ہے لیکن قرآن مجید میں شرک پر بھی کسی قسم کی کوئی سزا نہیں بیان کی گئی ہے یعنی دنیاوی طور پر۔ لہذا مرتد کے لئے بھی سزا نہیں ہے۔[31] اس طرح کی بہت سی مثالیں اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں جہاں آنحضور ﷺ نے بعض مرتدین کو قتل کروایا۔ انہوں نے وہاں واضح کیا ہے کہ وہ محض تبدیلی مذہب کی بنا پر نہیں تھا بلکہ بعض دوسرے جرائم کی بنا پر تھا[32]۔ ڈاکٹر علوانی نے ارتداد کی دو قسمیں بیان کی ہیں، ایک ردۂ اعتقادی، دوسرے ردۂ سیاسی۔ اعتقادی ارتداد کی سزا دنیا میں نہیں ہے۔ جبکہ سیاسی ارتداد امام کی صوابدید پر ہے۔ انکی رائے ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں ارتداد کی سزا مذکور ہے (سورہ البقرہ:۲۱۷، سورہ آل عمران:۹۰) وہاں اخروی سزا کا ذکر ہے۔ احادیث میں جہاں سزائے ارتداد ذکر کی گئی ہے تو وہ سیاسی ارتداد کے ساتھ ہے۔

رحمت اللہ طارق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ارتداد یا قتل مرتد کا مسئلہ جذباتی سے زیادہ سیاسی اور مشروط حیثیت رکھتا ہے۔ اسے قانونی اور تعزیری دائرے میں لانا حماقت ہے۔[33] دین سے پھر جانے آخرت میں دردناک عذاب کی وعید ہے، یہ عمل صریح گمراہی ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بَعْدَ إِيمَٰنِهِمْ ثُمَّ ٱزْدَادُواْ كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلضَّآلُّونَ[34]

جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا اور پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے، ان کی توجہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ ایسے لوگ راستے سے بالکل ہی بھٹک چکے ہیں۔

رحمت اللہ طارق اس معاملے میں زیادہ نرمی کرتے ہیں۔ وہ مرتد کو قبل از موت مرتد کہنے کے بھی قائل نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں چونکہ غلطی سے رجوع اور نظر ثانی کا موقع آخری سانس تک رہتا ہے۔ ہاں جو ارتداد ہی کی حالت میں مرا تو سمجھ لو کہ وہ موت کے بعد ہی مرتد شمار ہوگا۔[35]

---

[31] طہ جابر علوانی، لا اکراہ فی الدین اشکالیۃ الردۃ والمرتدین من صدر الاسلام الی الیوم، (مکتبہ الشروق الدولیہ)، ۹۵

[32] ایضا:۵۵-۵۶

[33] رحمت اللہ طارق، **قتل مرتد کی شرعی حیثیت**، ۸

[34] آل عمران:۹۰

[35] القرآن، ایضا، ۲۱

محمود شلتوت کے مطابق بعض علماء کرام اس حدیث "من بدل دینه فاقتلوه" کو مرتد کی سزا میں سند کے طور پر نہیں لیتے۔[36] محمود شلتوت اور رشید رضا سورہ مائدہ کی آیت:

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُواْ لِلَّذِينَ هَادُواْ وَٱلرَّبَّانِيُّونَ وَٱلأَحْبَارُ بِمَا ٱسْتُحْفِظُواْ مِن كِتَابِ ٱللَّهِ وَكَانُواْ عَلَيْهِ شُهَدَآءَ فَلاَ تَخْشَوُاْ ٱلنَّاسَ وَٱخْشَوْنِ وَلاَ تَشْتَرُواْ بِآيَاتِي ثَمَناً قَلِيلاً وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَـٰئِكَ هُمُ ٱلْكَافِرُونَ[37]

کے ظاہری معنی نہیں لیتے ان کی رائے میں قاضی صرف اس صورت میں مرتد ہو گا جب وہ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے اسلام کے قطعی اصولوں کے برعکس غیر اسلامی اصولوں کے مطابق فیصلہ کرے اور ان کو اسلامی قوانین سے بہتر جانے۔[38]

مصر کے بڑے مفتی (شافعی مسلک کے جدید جید عالم) ڈاکٹر علی جمعہ ارتداد کو عقیدہ بدلنے کی سزا کے بجائے بغاوت سے منسلک کرتے ہیں علی جمعہ ارتداد کے قدیم نظریہ کے مخالف ہیں ان کی رائے میں قرآن عقیدے کی آزادی دیتا ہے۔[39] وہ قرآنی آیت "لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" (البقرہ:۲۵۶) "اور "لكم دينكم و لى دين" اور "فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ" (۱۸:۲۹) "سے استدلال کرتے ہیں کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ لہذا اسلام کو بطور عقیدہ اور بطور نظام زندگی قبول نہ کرنے پر سزا دینا صرف اللہ کا اختیار ہے۔ ڈاکٹر جمعہ کے خیال میں ایک مسلمان اپنا دین چھوڑ کر کوئی اور مذہب قبول کرتا ہے تو وہ اپنا اختیار استعمال کرتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر علی جمعہ زیادہ واضح انداز میں سزائے ارتداد کی مخالفت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ اگر صرف عقیدہ بدلنے کا معاملہ ہے تو

---

[36] محمود شلتوت، **السلام عقیدہ و شریعہ**، (قاہرہ: دارالشروق)، ۲۸۱

[37] المائدہ:۴۴

[38] محمود شلتوت، الفتاوی، **دراسۃ لمشکلات المسلم المعاصر، فی حیاتہ الیومیۃ العامۃ**، (القاہرۃ: دالشروق، ۲۰۰۱ء)، ۴۳-۴۰۳، ۴۵
رشید رضا، و محمد عبدہ، مفتی، **تفسیر المنار**، ٦: ۴۰۵

[39] Shiraz Maher, *When Muslims Become Christians*, BBC NEWS, Apr.21,2008, http://news.bbc.co.uk/2/hi/uk_news/magazine/7355515.stm (stating that " Egypt's Grand Mufti, Ali Gomma, unequivocally told the Washington Post that the death penalty for apostasy simply no longer applies").

اس پر کوئی دیناوی سزا نہیں لیکن اگر نظام، حکومت یا معاشرے سے عدمِ وفاداری کا جرم اس کے ساتھ شامل ہو جائے تو معاشرے کی سالمیت تو فوجداری قانون نافذ ہو گا۔[40] ڈاکٹر علی جمعہ نے قبطی عیسائیوں کے بارے میں کہا جنہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر اسلام چھوڑ کر عیسایت قبول کرلی کہ ان کو مکمل معاشرتی حقوق ملنے چاہیے، ڈاکٹر جمعہ کی اس رائے کی تایئد مصر کے دیگر علماء کرام نے بھی کی کہ مرتد کے لیے کوئی دیناوی سزا نہیں ہے۔ یہ تمام آراء محمود شلتوت کی رائے کو تقویت دیتی ہیں جنہوں نے پچاس سال پہلے کہا تھا کہ محضعقیدے کی تبدیلی سے سزائے ارتداد مستلزم نہیں ہے۔[41]

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی رائے میں ارتداد کو قابل سزا جرم بنانے کے لیے امت کے خلاف کھلی بغاوت شرط ہے ان کی رائے میں محض کفر کی ناپاکی ایک ذہنی ارتداد ہے اور جو مرتد اس کے ساتھ ظالمانہ یا بے رحمانہ اقدام کرے اور مسلمانوں کا بد خواہ ہو اس کو سزا دی جائے گی مزید یہ کہ اعلانیہ مرتد کی نسبتمنافق شخص مسلم معاشرے کے لیے زیادہ نقصان دہ ہے۔[42] یعنی جب منافقین کو نفاق کھل جانے پر بھی سزائے موت نہیں دی گئی تو محض عقیدہ کی تبدیلی پر بھی یہ سزا نہیں ہے۔

ڈاکٹر طارق رمضان نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ارد گرد بہت سے لوگوں نے مذہب تبدیل کیا مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں کوئی سزا نہیں دی۔[43]

---

[40]Posting of Ali Gomma to On Faith: Muslims Speaks Out Blog, http://newsweek.washingtonpost.com/onfaith/muslims_speaks_out/2007/07/sheikh_ali_gomah.html (July 21,2007)

[41]Abdullah Saeed & Hassan Saeed, Freedom of Religion, Apostasy And Islam 1 (2004)

[42] IslamonLine.net-Ask The scholar, Fatwa on Intellectual Apostasy, Mar.24,2003, http://www.islamonline .net/servlet/satellite?cid=1119503545098&pagename=IslamOnline-English-Ask_Scholar%2FFatwaE%2FFatwaE

[43] Interview by Ehsan Masood et al. with Tariq Ramadan, in PROSPECT MAG. (UK), July 2006, available at http://www.prospect-magzine.co.uk/article_details.php?id=7571.

ایم شریف بسیونی [44] اور عبدالنعیم سزائے ارتداد پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ یا تو یہ سزا ناقص استدلال کی وجہ سے ہے یا یہ وسیع اصولوں سے موافقت نہیں رکھتی۔ بسیونی مزید کہتے ہیں کہ کسی مسلمان کا عیسایت قبول کرنا اسلامی قانون کے مطابق قابل سزا نہیں اس حقیقت کے باوجود کہ اس پر طویل عرصہ سے نظریہ موجود ہے کہ موت کے ذریعے ارتداد کی سزا دی جائے۔ بسیونی کہتے ہیں کہ قرآنی آیات کو نظر انداز اور متعلقہ احادیث کی غلط تشریح مرتد کے لیے سزائے موت کی بنیاد بنی۔ حضور پاک ﷺ نے جب کبھی مرتد کے لیے موت کی سزا تجویز کی وہ جنگ کا وقت تھا مرتد کا اسلام سے منحرف ہونا مذہبی سے زیادہ سیاسی مسئلہ تھا اور یہ ایک بڑی غداری ہے۔[45]

جناب جاوید غامدی صاحب نے مذکورہ حدیث کے متعلق بتایا کہ یہ حکم خاص ان لوگوں کے لیے تھا جن کے لیے آپ براہ راست مخاطب تھے۔ سنت الہیہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس براہ راست رسول بھیجا جاتا ہے ان پر جب آخری حجت پوری ہو جائے، اور وہ ایمان نہ لائیں تو پھر ان پر حجت پوری ہو جاتی ہے۔ انکی سزا دو طریقوں سے ہے۔ یا اللہ ان پر عذاب بھیجتا ہے جیسے کہ قومِ نوح، عاد، ثمود، اور لوط و دیگر اقوام کے ساتھ ہوا۔ لیکن اگر رسول کو کہیں پر سیاسی اقتدار حاصل ہو جائے تو قوم کے مغلوب ہو جائے کے بعد اس کے ہر فرد کے لیے سزائے موت مقرر کر دی جاتی ہے۔ رسول اللہ کی قوم مشرکین کو نو ہجری کو میدان عرفات میں مہلت کا اعلان سنا دیا گیا۔[46]

---

[44] محمود شیریف باسیؤنی (۹ دسمبر ۱۹۳۷ء (1)-۲۵ ستمبر ۲۰۱۷ء) ڈی پول یونیورسٹی میں لاء کے پروفیسر تھے جہاں انہوں نے ۱۹۶۴ء سے ۲۰۱۲ء تک تعلیم دی۔ انہوں نے اقوام متحدہ کے متعدد عہدوں پر خدمات انجام دیں اور کئی منصوبوں پر امریکی محکمہ خارجہ اور انصاف کے مشیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

[45] M.CherifBassiouni, *Leaving Islam Is not a Capital Crime*,CHI.TRIB.,Apr.2, 2006, at C9. ‹https://www.chicagotribune.com/news/ct-xpm-2006-04-02-0604020336-story.html (Accessed May 12, 2019).

[46] غامدی، **برھان**، ۱۳۹۔۱۴۱

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ - فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ[47]

اسی کی وضاحت حدیث مبارکہ میں ہوئی:

أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا، عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ[48]

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ نے فرمایا کہ کلمہ کی شہادت، نماز و زکواۃ کی ادائیگی کرنے پر ان کی جانیں محفوظ ہوں گی، اگر وہ کسی حق میں ماخوذ نہ ہوں۔ بصورتِ دیگر نہیں۔ غامدی صاحب سورۃ التوبہ کی آیت اور درج بالا حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ارتداد یعنی محض عقیدے کی تبدیلی پر قتل کی سزا اس وقت کے لیے مخصوص تھی، جیسا کہ اس وقت کے کفار کے لیے بھی مہلت کے مکمل ہونے کے بعد اعلانِ جنگ ہے۔ وہ مزید وضاحت کرتے ہیں کہ اس اعلان اور وعید کا اطلاق اس وقت کے اہل کتاب پر بھی نہیں تھا۔ کیونکہ ان کے لیے جزیہ دے کر امان میں رہنے کا امکان موجود تھا۔ لکھتے ہیں۔

"یہ قانون صرف ان مشرکوں کے ساتھ خاص تھا جن پر نبی ﷺ نے براہ راست اتمام حجت کیا۔ ان کے علاوہ اب قیامت تک کسی دوسری قوم یا فرد کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ اہلِ کتاب جو رسول ﷺ کے زمانے میں موجود تھے قرآن مجید نے انہیں بھی بالصراحت مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورہ توبہ میں مشرکین کے لیے قتل کی یہ سزا بیان ہوئی ہے وہیں اہل، کتاب کے بارے میں صاف فرمایا ہے کہ وہ اگر محکومی قبول کر کے اور جزیہ دے کے مسلمانوں کی ریاست میں ایک شہری کی حیثیت سے رہنا چاہیں تو ان سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ان مشرکوں میں سے کوئی شخص ایمان لانے کے بعد پھر کفر اختیار کرے تو اسے بھیلا محالہ اسی سزا کا مستحق ہونا چاہیے تھا۔ وہ لوگ جن کے لیے کفر کی سزا موت مقرر کی گئی وہ اگر

---

[47] التوبہ، ۵،۴

[48] مسلم بن الحجاج، القشیری، **المسند الجامع الصحیح**، (بیروت: دار احیاالتراث العربی، باب الامر بقتال الناس)، ا: ۵۳

ایمان لا کر پھر اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹے تو لازم تھا کہ موت کی یہ سزا ان پر بغیر کسی تردد کے نافذ کر دی جائے چنانچہ یہی وہ ارتداد ہے جس کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا:من بدل دینه فاقتلوه "[49]

یعنی غامدی صاحب نے اس حدیث مبارکہ کو سورہ توبہ کے اعلانِ برأت کے تناظر میں بیان کیا۔اس کے علاوہ انہوں نے عقیدہ کی تبدیلی کی جوابدہی کو آخرت پر موقوف رکھا ہے۔

ڈاکٹر عمار خان ناصر[50] نے ارتداد کے مسئلہ کا تاریخی جائزہ لیا۔انہوں نے واضح کیا کہ ارتداد کے متعلق علماًوفقہاًکی آرًا کو تین توجیہات کے ضمن میں بیان کیا جاسکتا ہے:

ا۔ دین کے معاملے میں انسانیت کی فلاح کے لیے جبر و اکراہ کو جائز رویہ تصور کرتے ہوئے ارتداد پر سزائے موت کی توجیہ جبر و اکراہ ہی کی بنیاد پر کی جائے۔اس نطقہ نظر کی نمائندگی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے ۔کفر و شرک اللہ سے بغاوت ہے لہٰذا اس کو ختم کرنا درست ہے۔ لہٰذا کوئی شخص اگر دین قبول کر لینے کے بعد اس سے نکلتا ہے تو اس کو ختم کر دینے کا جواز موجود ہے ان کے نزدیک جبر و اکراہ شریعت کے ایک باقاعدہ اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ جہاد و قتال کے ذریعے سے دعوت اسلام کو دنیا میں پھیلانے، اہل کفر کو جبر و اکراہ کے مختلف طریقوں سے دائرۂ اسلام میں داخل کرنے کو درست قرار دیتے ہیں۔اس توجیہ کی رو سے اہل کفر پر بغیر ان کی جارحیت کے حملہ کرنے اور ان کو ختم کرنے کا جواز ہے۔ اسلام قبول کرنے والوں کے لیے اس کے دائرے سے نکلنے کی راہ کو سزائے ارتداد کے ذریعے سے مسدود کرنے کے تمام اقدامات کی توجیہ اسی اصول کے مطابق کرتے ہیں۔

---

[49]غامدی، **برھان**، ۱۴۲، ۱۴۱

[50]عمار خان ناصر ۱۰ دسمبر ۱۹۷۵ء کو گوجرانوالہ کے قصبہ گکھڑ میں ملک کے ایک معروف دینی وعلمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ان کے دادا مولانا محمد سرفراز خان صفدر کو دیوبندی مسلک کا علمی ترجمان سمجھا جاتا ہے جبکہ ان کے والد مولانا زاہد الراشدی ایک نہایت متوازن رویہ رکھنے والے مذہبی اسکالر اور دانش ور کے طور پر معروف ہیں۔

عمار صاحب نے واضح کیا کہ اس توجیہ کی رو سے دین میں جبر و اکراہ کی ممانعت کی نصوص کی جو توجیہات فقہاًنے دی ہیں وہ انتہائی کمزور ہیں۔ اس طرح کائنات میں خیر و شر کی موجودگی اور دنیا کے دار الامتحان ہونے، اور انسان کو خیر و شر کے راستوں میں سے آزادانہ انتخاب کی نصوص بے معنی ہو جاتی ہیں۔

۲۔ ارتداد پر سزئے موت کی دوسری توجیہ اسلام کے تحفظ اور فساد سے بچنے کے لیے، بتائی گئی ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ابن تیمیہ کی رائے نقل کرتے ہیں کہ مرتد ہونے والا شخص اپنے وجود سے دوسرے مسلمانوں کو بھی ارتداد کی دعوت دیتا ہے جو کہ ملت اسلامیہ کے لیے خطرے کا باعث ہے۔ چنانچہ ان منفی اثرات سے بچنے کے لیے ایسے شخص کے لیے قتل کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ عمار خان ناصر صاحب کی رائے میں نظام کے تحفظ وبقا کا جو حق اسلام کو حاصل ہے، وہ دیگر مذاہب کو بھی حاصل ہونا چاہیے۔ اس بنیاد پر کسی بھی مذہب کے حامل کو دوسرا مذہب اختیار کرنے پر ختم کر دینے اختیار پھر تو سب مذاہب کے حاملین کے پاس ہونا چاہیے۔ نیز سزائے ارتداد نبوت کے آخری دور میں دی گئی جب کہ اس وقت مسلمان مضبوط تھے اوراس سے پہلے جب کہ مسلمان کمزور تھے ایسا کوئی قانون پاس نہیں کیا گیا حالانکہ اس چیز کی زیادہ ضرورت اسی وقت تھی۔ تو یہ کہنا کے مرتد ملت اسلامیہ کے وجود کے لیے خطرہ ہے، درست نہیں۔ فقہائے احناف کی توجیہ یہ ہے کہ مرتد دراصل محارب بھی ہو جاتا ہے لہٰذا اس کو محاربہ کی وجہ سے سزا دی جاتی ہے۔ اسی لیے مرتد عورت کی سزا قتل نہیں رکھی گئی کیونکہ عورت اس دور میں محارب نہیں بنتی تھی۔

اس توجیہ پر عمار صاحب نے یہ سوال عائد کیا کہ اس نطقۂ نظر سے ہر مرتد کی جان لینا کیوں ضروری ہے۔ جزیہ کے ذریعے بھی اس کو پابند کیا جاسکتا تھا۔ امام سرخسی نے اس ضمن میں بیان کیا کہ اس طرح مرتد مشرکینِ عرب سے مشابہ ہو گیا جن کو اتمام حجت کے بعد دو اختیارات دیے گئے تھے کہ اسلام قبول کریں یا موت کے لیے تیار ہو جائیں۔ تو مرتد نے دین کی توہین کی اس طرح سزائے موت کا مستحق ہو گیا۔

3۔ تیسری توجیہ مولانا مودودی کی ہے۔ جو اسلام کو مذہب کی بجائے نظامِ زندگی سے تعبیر کرتے ہیں۔ نظامِ زندگی میں انتشار کا کوئی راستہ باقی نہیں رکھا جا سکتا۔ ایک نظریاتی مملکت کے ہر فرد کے لیے اس کا وفادار ہونا لازم ہے۔ غیر مسلم اس میں مجبوراً برداشت کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا جو اس نظام کو قبول کرنے کے بعد چھوڑتا ہے تو

اس سے ریاست کی نظریاتی بنیادوں کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کی جان لی جائے گی۔ مولانا مودودی کی رائے میں ایک استثنا ہے کہ اسلامی ریاست کی حدود سے باہر چلا جائے تو اس کی جان بچ سکتی ہے۔

اس توجیہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس لیے مرتد کی جان لینا ہی کیوں ضروری ہے۔ عمار خان ناصر نے لکھا ہے کہ اگر کسی کے مرتد ہو جانے کی وجہ سے دوسروں کے لیے شکوک پیدا ہو رہے ہیں تو اس کے شکوک دور کیے بغیر اس کو قتل کرنے سے بدرجہ اولی شکوک پیدا ہوں گے۔ لہٰذا یہ توجیہ بھی مسئلہ کا حل نہیں۔

امام شافعی نے کتاب الام میں ایک توجیہ دی کہ سزائے ارتداد کو قانونِ اتمام حجت کے اصول سے مربوط کیا گیا ہے۔ یعنی رسول کے براہ راست مخاطبین کے پاس صرف دو راستے ہوتے ہیں۔ رسول کی دعوت قبول کریں یا عذاب کے لیے تیار ہو جائیں۔ گذشتہ اقوام اسی اصول کے تحت ہلاک کر دی گئیں۔ اسی اصول کے تحت مشرکینِ عرب کو الٹی میٹم دیا گیا۔

وَلَوْ يَشَآءُ اللَّهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ[51]

اگر اللہ چاہتا تو اپنے دین کا انکار کرنے پر ان سے خود بدلہ لیتا لیکن اللہ نے اہل ایمان کو جانچنے کے لیے انہیں کفار سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ یہی مفہوم ایک اور جگہ بھی بیان ہوا ہے جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے:

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ[52]

"یعنی تم ان کے خلاف قتال کرو، اس طرح تمہارے ہاتھوں اللہ انہیں عذاب دینا چاہتا ہے۔"

لیکن یہ اتمامِ حجت رسول ہی کامل طور پر کر سکتے ہیں۔ بعد کے لوگوں کا اتمامِ حجت کامل نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان کے لیے مرتد کو جان سے مارنے کا اختیار بھی نہیں ہے۔ اسی توجیہ کو غامدی صاحب نے بھی پیش کیا ہے اور اتمامِ حجت مشرکینِ بنی اسماعیل کے ساتھ خاص سمجھا۔ انہوں نے اس حکم میں اس وقت کے یہود و نصاریٰ کو بھی شامل نہیں سمجھا۔ اسی لیے ارتداد پر سزائے موت کا حکم بھی عہدِ نبوی کے مرتدین کے لیے اتمامِ حجت کے تحت سمجھا ہے۔ جبکہ عمار صاحب نے اس توجیہ کو عہدِ نبوی کے یہود و نصاریٰ تک عام سمجھا ہے۔[53]

---

[51] محمد:۴

[52] التوبہ:۱۴

[53] محمد عمار خان ناصر، **حدود و تعزیرات چند اہم مباحث**، (لاہور: المورد فائن پرنٹرز، ۲۰۰۸ء)، ۲۰۷۔ ۲۲۲

غرض حضور پاک ﷺ کا ان کو قتل کرنے کا حکم اور ان سے قتال اللہ کا فیصلہ تھا اور یہ دین کے معاملے میں جبر واکراہ کی ممانعت کے عمومی اصول کے خلاف نہیں تھا۔ نیز قتل مرتد کے بارے میں کوئی متبادل سزا کی بھی چند روایات ہمیں دور اول (حضور پاک ﷺ کے دور) سے ہی ملتی ہیں جیسے کہ ابراہیم نخعی کی رائے ہے کہ مرتد کو کسی مخصوص مدت تک نہیں بلکہ موت تک توبہ موقع دیا جائے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے[54]۔ کمالی کہتے ہیں کہ توبہ کے لیے تین دن کا وقت دیا گیا ہے یہ درست نہیں ہے[55]۔ یہ قرآن پاک کے تصور کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی رو سے توبہ کا وقت موت کی نشانیاں دیکھ لینے سے پہلے تک ہے۔ [56]

The Universal Declaration of Human Rights (UDHR)

کا قانون واضح طور پر ہر شخص کو اپنا مذہب یا عقیدہ بدلنے کی آزادی دیتا ہے۔[57] اسی طرح ICCPR کا قانون بھی اپنی آزادانہ مرضی سے عقیدہ اختیار کرنے کے حق کی ضمانت دیتا ہے[58]۔ UDHR کے بعد اسلامی ممالک نے 1981ء میں انسانی حقوق سے متعلق اپنا ایک متفقہ اعلامیہ Universal Islamic Declaration (on) Human Rights کے نام سے جاری کیا۔ ۱۹۹۰ء میں قاہرہ کے اعلامیہ میں اس کی تجدید کی گئی ۲۰۰۴ء میں عرب لیگ نے اقوام متحدہ کے اعلامیوں (ICCPR UIDHR,) کی روشنی میں اس کی مزید اصلاح کی تاہم اس سب کے باوجود اس اعلامیے میں تبدیلی مذہب کی گنجائش نہیں ہے۔

سزائے ارتداد سے اختلاف رکھنے والوں کا موقف ہے کہ عقیدہ یا ایمان کی تبدیلی اللہ اور اس کے بندے کا معاملہ ہے اس کے لیے کوئی دنیاوی سزا نہیں ہے۔ دین اور بنی نوعِ انسان کے مفاد کی خاطر مرتد کو قتل کرنے کی بجائے ارتداد کو روکنا چاہیے۔ اس کے لیے ان اسباب کا جاننا ضروری ہے جو ارتداد کی وجہ بنتے ہیں۔ علماء اور مفکرین نے ارتداد کی جو اس سے بڑی وجہ ذکر کی ہے وہ "بنیاد پرست مسلمانوں کا متشدد انہ رویہ" ہے اس کے ضمن میں

---

[54] محمد عمار خان ناصر، **حدود و تعزیرات چند اہم مباحث**، (لاہور: المورد فائن پرنٹرز، ۲۰۰۸ء)، ۲۰۷۔۲۲۲

[55] Kamali,Punisment in Islamic law, 223

[56] یونس:۹۱

[57]Universal Declaration of Human Rights, art.18, G.A. Res. 217A (III),U.N.GAOR,3d Sess.,1stplen.mtg.,U.N.Doc A/810 (Dec.12,1948)

[58]International Covenant on Civil and Political Rights art. 18, opened for signature Dec.19, 1966,999U.N.T.S. 172,178

مختلف مثالیں بیان کی ہیں ۔ابن وراق [59] نے اپنی تالیف کردہ کتاب " leaving Islam: Apostates Speaks Out" میں ایسے متعدد مسلمانوں کا ذکر کیا ہے جو مسلم اکثریتی ممالک جیسے کہ پاکستان، بنگلہ دیش، الجیریہ، ایران، افغانستان وغیرہ کے بنیاد پرست مسلمانوں کے ناروا سلوک سے دلبرداشتہ ہو کر مرتد ہو گئے۔ اس کتاب کے مصنفین دیندار / عابد مسلم مفکر تھے جنھوں نے اپنی زندگی میں تلخ حالات کا سامنا کرنے کے بعد عیسایت قبول کرلی اور ایک ملحد اور آزاد مفکر کے طور پر رہنا پسند کیا۔ ابن وراق، علی سینہ، انور شیخ [60]، فیصل محمد، شیر از مالک، سامعہ لبیدی، ابوالقاسم اور متعدد ایسے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں متشددانہ رویے کا سامنا کرنے کے بعد اسلام سے منہ موڑ لیا۔

فی زمانہ ارتداد کے اسباب کی معلومات کے لیے مرتدین کی زندگی کے ان انعطافات کا جائزہ لیناضروری ہے جو ان کے اس فیصلے کا باعث بنے۔ بنیاد پرست مسلمانوں نے انتہا پرست اسلام کا تصور پیش کیا اور جو اسلام کے لیے انتشار اور نفرت کا باعث بنا۔ اگرچہ اس تصور کے خلاف بھی آوازیں آتی رہیں؛ جیسا کہ محمد سعید اشماوی [61] جیسے لبرل قانون دان اور فقیہ نے آزاد خیال تعبیرات پیش کیں۔ مگر اس طرح کے نقطہ نظر رکھنے والوں کو بنیاد پرست گروہ کی طرف سے شدید اختلافات اور مشکلات کا سامنا رہا۔ تاہم اس طرح کے نظریات، مواد اور ترجیحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ارتداد صرف ایک عقیدی مسئلہ نہیں بلکہ سیاسی مسئلہ بھی بن گیا۔ [62] آسٹریلیا کے سابق مسلمانوں کی ایک تنظیم کے

---

[59] وہ اسلامی سوسائٹی کے سیکولرائزیشن کے لئے انسٹی ٹیوٹ کے بانی ہیں اور سنٹر فار انکوائری میں ایک سینئر محقق تھے۔ وراق نے اسلامی کی ابتدائی صدیوں کی تاریخی کتابیں لکھیں ہیں اور ایسی کتابیں شائع کی ہیں جن سے اس دور کے مرکزی تصورات پر سوال اٹھتے ہیں۔

[60] انیرود گیان شیکھا (۱ جون ۱۹۲۸ء - ۲۵ نومبر ۲۰۰۶ء Anwar جسے انور شیخ کے نام سے جانا جاتا ہے) ایک پاکستانی نژاد برطانوی مصنف تھا، جس نے اپنی بالغ زندگی کا زیادہ تر حصہ برطانیہ میں گزارا، کارڈف، ویلز میں انتقال کر گئے۔

[61] محمد سعید اشماوی (۲۰۰۳-۱۹۳۲ء) مصر کے ماہر قانون اور چیف جج رہے۔ (۱۹۹۳ء) میں بنچ سے ریٹائر ہوئے۔ لبرل ذہن کے نمائندہ تھے۔ اس وجہ دھمکیوں کا شکار بھی رہے۔ ان کے خیال میں سیاسی اسلام اصل اسلام سے مختلف ہے۔ امام خمینی اور سید قطب سے شریعت کی تعبیر کے بارے میں ان کا واضح اختلاف تھا۔

[62] FoaadHaghigi, “The phenomenon of apostasy and radical Islamic groups.” https://medium.com/@foaad_haghighi/the -phenomenon-of-apostasy-and-radical-islamic-groups-24ac26fe2fe2,(Accessed May 3,2019).

تحت کئی نوجوان مرتدین نے اپنے اسلام ترک کرنے کی وجوہات بتائیں۔ ان میں سے کئی لوگوں نے آسٹریلیا کی اسلامی جماعت حزب التحریر سے اکتاہٹ کا اظہار کیا۔ اس تنظیم سے بہت سے پاکستانی مرتدین بھی وابستہ ہوئے۔ ان مرتدین کو اس بات کا بھی بخوبی ادراک ہے کہ کسی بھی مذہب کو چھوڑنا، محض مذہب کو چھوڑنا ہو سکتا ہے جبکہ اسلام کو ترک کرنا پورے معاشرے سے اعلانِ جنگ ہے۔ مگر اس کے باوجود ان لوگوں نے یہ قدم اٹھایا۔ انہوں نے جو وجوہات بتائیں۔ ان میں ان کے ماحول میں موجود لوگوں کا تشدد، خاندان کے لوگوں کی ان سے اپنے فہمِ اسلام پر عمل کرانے کی سختیاں، ماحول میں موجود لذات سے حظ اٹھانے سے روکنا، مثلاً موسیقی سننے سے محرومی، مغربی ممالک میں موجود کلب کی دوستی کی ممانعت، گھریلو تشدد، ان کے خاندان میں عزت کے نام پر قتل، اور پردے کی سختیاں ان لوگوں کو مذہب سے بیزار کرنے کا باعث بنیں۔[63] اس کے علاوہ ماحول میں دین کا فہم اور دین کے لیے قبولیت نہ ہونے کی صورت میں دین کا فہم پیدا کیے بغیر لوگوں سے زبردستی دین پر عمل کرانے کی کوشش دین کے ترک کا باعث بن گئی، جیسا کہ درج بالا حوالے میں مرتدین نے بتایا کہ ان کو زبردستی نماز پڑھائی جاتی، روزہ رکھوایا جاتا، لڑکیوں پر حجاب کی سختی کی جاتی، لہٰذا انہوں نے دین ہی چھوڑ دیا۔ کئی لڑکیوں نے حجاب کی پابندی کو قید خیال کیا اور اس سے آزادی کی خاطر ارتداد اختیار کر لیا۔ حزب التحریر نے ان مرتدین کے قتل کا کئی بار مطالبہ بھی کیا۔ آسٹریلیئن تنظیم سے منسلک لوگوں نے اظہار خیال کیا کہ اسلام چھوڑنے والوں کے ساتھ جارحانہ رویہ مزید لوگوں کو اسلام ترک کرنے کی طرف مائل کرتا ہے۔ یعنی جارح اسلام ارتداد کا باعث ہے بہ نسبت پرامن اسلام کے۔ ان نوجوانوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ وہ دوبارہ کبھی اسلام کی طرف نہیں جانا چاہتے۔

کئی نوجوان اپنے اضطراب اور مسائل میں مناسب حل نا پانے کے باعث تشکیک کا شکار ہوئے۔ ایسے میں قرآن کے بعض مقامات کی غلط تاویل ان کے شکوک میں اضافہ کا باعث بنی۔ اس صورتحال میں اسلام کے شعائر یا آداب و رسوم سے جزوی انحراف کرنے پر مسلمانوں کی طرف سے ان لوگوں کی تشکیک دور کرنے کی بجائے مذہبی تشدد ان لوگوں کے ارتداد کا باعث بنا[64]۔ اسی طرح بعض کیسز میں مغربی ممالک میں پروان چڑھنے والے مسلمان

---

[63] Ex-muslims share their experiences/the Economist, www.youtube.com, (Accessed April, 2019)

[64] Becoming Ex-muslim: The secret group of young Australians , www.youtube.com (Accessed April, 2019).

گھرانوں کی اپنی اولاد کی زندگی کے اہم فیصلے کرتے ہوئے ان سے عدم مشاورت یا اپنے ممالک کے پس منظر کو ان پر زبردستی نافذ کرنے کی خواہش نے ان کی اولاد کو دین سے دور کر دیا۔ اولاد کو آزادانہ ماحول میں پروان چڑھانے کے بعد ان کی زبردستی کی شادی ان کے ارتداد کا باعث بنی۔[65]

جدید دور میں مسلم دنیا میں شریعت کی عصری تفہیم اور تعبیر کا فقدان ہے۔ فی زمانہ مسلم امہ کو ماضی کے کام کو ذہن میں رکھتے ہوئے مستقبل کے مطابق عصری تعبیر درکار ہے۔[66] اسلامی قانون کی تشکیل کے حوالے سے بنیادی وعقائد و اصول میں پختگی کے ساتھ فروع میں قوانین سازی نیز حالات کے مطابق قوانین میں تبدیلی گنجائش ہے۔ اس بنیاد پر علماء وفقہاء نئی تعبیر و تفہیم بیان کر سکتے ہیں۔ جدید دنیا میں اسلام کے قانون جنایات میں موجود لچک اور گنجائش کو نظر انداز کر کے ماضی کے روایتی فکری تشدد پر اصرار اسلامی قانون کی روح کے خلاف ہے۔ اسلامی قانون جنایات الہامی بنیاد اور حالات و زمانہ کی رعایت کی خصوصیات کے باعث دیگر قوانین کی نسبت معاشرے سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ قوانین کو جامد بنانے سے اسلام بحثیت نظام اپنی عالمگیریت اور ابدیت کھو دے گا۔ جبکہ قرون وسطی کے قوانین ہو بہو نافذ کرنے سے یہ فی زمانہ غیر مطابق ٹھہرے گا۔ لہٰذا اس وقت اسلام کی تعبیر نو سے بھی زیادہ ایک بار پھر اپنے عہد کے تناظر میں تفہیم کی ضرورت ہے۔ شرعی سزاؤں کے نفاذ کے لیے مصالح مرسلہ و دیگر مصادر فقہ کی مدد سے مقاصد شریعت کی روشنی میں جرم کے حالات اور سزا کے نفاذ کی شرائط کی نئی تفہیم کی ضرورت ہے۔ تاریخی حوالے سے اسلامی شریعت میں تعبیر نو کے ذریعے سیکولر قوانین کو عرف کے ذریعے جذب کیا گیا ہے۔ یہ لچک معاصر فقہا کے لیے اسلامی شریعت کی روشنی میں تعبیر نو کرنے کے لیے کام آسکتی ہے۔ مثال کے طور پر عثمانی خلافت میں حنفی مسلک کو اس بنیاد پر اختیار کیا گیا کہ اس میں دیگر مسالک کی نسبت زیادہ لچک رکھتا ہے۔

فی زمانہ شرعی سزاؤں کے نفاذ کا مسلہ اسلامی روایت سے ہی حل ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر نے غیر معمولی حالات میں حدود معطل کیں۔ یہ لچک بعد کے ادوار میں نظر نہیں آئی۔ سخت سزاؤں سے بچنے کی خواہش اسلامی تاریخ میں جس قدر رہی ہے آج اتنی نظر نہیں آتی۔

---

[65] Muslim Recounts Journey to Freedom, www.youtube.com. (Accessed May 4, 2019).
[66]Ibid

مفکر طارق رمضان کی رائے میں حدود میں سزائے موت کو دیگر سزاؤں سے بدلنے یا ان سزاؤں کے باقی رکھنے کی بحث مسلم مفکرین کے فکری ارتقاء کے بغیر بے نتیجہ رہ سکتی ہے۔ اجتہاد کی بنیاد پر عدل اور مساوات کے اصولوں کے پیشِ نظر امت مسلمہ کو اپنے آئین کی تشکیلِ جدید کرنی ہو گی۔[67]

شریعت پر عمل درآمد لازم ہے۔ مگر غیر موافق حالات میں حدود میں شامل سزاؤں پر عمل درآمد مثبت کے بجائے منفی نتائج ظاہر کرے گا۔ اسلام اپنے وسیع تناظر میں جرم کے وقوع پذیر ہونے میں موانع پیدا کرتا ہے مگر بنیادی تقاضوں کی تکمیل کیے بغیر اس طرح کے احکامات کا نفاذ نہ صرف غیر حقیقی بلکہ عدم اطمینان اور غیر یقینی صورتحال پیدا کرنے کا باعث بنے گا۔ اور یہ اسلام کے قانونِ عدل کے برعکس منظر پیش کرے گا۔

مسلم سکالرز میں سے بعض کی طرف سے اختیار کی گئی رائے کہ حدود میں سزائے موت ناقابلِ تبدل ہے کیونکہ یہ نصِ قطعی سے ثابت ہے؛ بھی عموم کا درجہ نہیں رکھتی کیونکہ ارتداد میں قتل کی حیثیت بھی بہر حال فوری عمل درآمد کی متقاضی نہیں ہے۔

قدیم فقہا میں سے بعض کی طرح عصر حاضر میں بھی فقہاٗ نے ارتداد کی دو اقسام بیان کی ہیں۔ محض عقیدے کی تبدیلی پر بہت سے فقہانے سزائے موت تجویز نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارتداد کے بارے میں یہ رائے کہ نص قطعی ہونے کے باعث سزائے ارتداد منسوخ، معطل یا تبدیل نہیں ہو سکتی: حتمی نہیں۔

ارتداد کے نظام یا حکومت کے خلاف جرم ہونے پر ہر دور میں سخت سزا تجویز کی جاتی رہی ہے۔ بغاوت کے جرم پر سزائے موت نافذ کرنے میں عصرِ حاضر میں مسلم و غیر مسلم ممالک یکساں ہیں[68]۔ فی زمانہ مسلم ممالک میں سے ایران اور یمن بالخصوص ارتداد پر عقیدے کی تبدیلی کے لیے سزائے موت تجویز کرتے ہیں۔ ارتداد پر شیعی نقطہ نظر، دیگر کی نسبت زیادہ شدید ہے۔

---

[67]Tariq Ramadan, "We must not accept this repression,"https://www.theguardian.com/world/2005/mar/30/religion.uk

[68]www.capitalpunishmentuk.org . (Accessed 05-08-2019).

عقیدے کی تبدیلی روکنے کے لیے اس کی سخت سزا کی بہ نسبت اس کے اسباب جاننے اور ان کا تدارک کرنے کے طریقوں پر توجہ دیناضروری ہے۔ فی زمانہ ارتداد کا سزا دینے کے ذریعے تدارک کرنے کی کوششیں ارتداد میں اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔

عصرِ حاضر میں دین کا غلط اور نامکمل فہم، مسلم متشدد گروہوں کا طرزِ عمل اور بعض شعائر و رسوم پر تکثیری معاشروں میں غیر حکیمانہ اسلوب میں اصرار؛ اعتقادی ارتداد کے اسباب بن رہے ہیں۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرونِ وسطیٰ کے بعض ادوار کی تعبیرات پر ہو بہو عمل عہدِ حاضر میں شریعت کے مقاصد کی تکمیل کے بجائے مفاسد کا باعث بن رہا ہے۔ لہٰذا موجودہ دور کے حالات نصوص کی روشنی میں تعبیرِ جدید کے متقاضی ہیں۔

نوجوان مرتد خواتین کے مسائل قیامِ پاکستان سے قبل کے برصغیر کے مسائل سے مماثل معلوم ہوئے۔ جن حالات میں مولانا تھانوی نے "الحيله الناجزه للحليلة العاجزه"، لکھی۔ عصرِ حاضر میں دین کا درست فہم مفقود ہونا، نیز بعض مذہبی گروہوں کا تشدد ارتداد کی سر فہرست وجوہات ہیں۔

خلاصہ بحث:

ارتداد میں سزائے موت گزشتہ صفحات میں زیر بحث رہی ہے۔ ان دونوں معاملات میں سزا کے اجراء اور عدمِ نفاذ کی صورتوں کے ذکر کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ بالعموم سزا کا خاتمہ ممکن نہیں ہے۔ نیز ارتداد کے جرم میں نہ تو محض سزائے موت تجویز کی جا سکتی ہے اور نہ ہی بالکلیہ اس کے انکار کی رائے دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ سزائے موت عہدِ حاضر میں جدید دنیا میں بھی کسی نہ کسی صورت میں جاری ہے۔ جدید دنیا میں مختلف ممالک کے اپنے بنائے ہوئے قوانین کے تحت بغاوت کے جرم میں یا نظام سے عدمِ وفاداری کے جرم میں سزائے موت کا اجراء کیا جا رہا ہے۔ تاہم محض عقیدہ کی تبدیلی؛ جس میں نظام، ملک یا ریاست سے کسی طور بغاوت یا نفاق ثابت نہ ہو سکے، ایسی صورت میں بہر حال سزائے موت کو منصوص سمجھنا؛ دینِ اسلام کی مکمل اور درست تفہیم و تعبیر قرار نہیں دی جا سکتی۔

عصر حاضر میں ارتداد کی سزا کے نفاذ، عدمِ نفاذ نیز سزاؤں کی تفصیل کی نسبت ارتداد کے اسباب کا جاننا زیادہ ضروری ہے تاکہ ارتداد کو روکا جاسکے۔ جب کہ عصرِ حاضر میں دنیا کے مختلف ممالک کی صورتحال یہ ظاہر کر رہی ہے کہ ارتداد کی سزا دینے کے ذریعے تشکیک میں مبتلاً افراد کو ارتداد سے باز رکھنے کی کوششیں ارتداد میں اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔

عصرِ حاضر میں دین کا غلط اور نامکمل فہم، مسلم متشدد گروہوں کا طرزِ عمل اور بعض شعائر و رسوم پر تکثیری معاشروں میں غیر حکیمانہ اسلوب میں اصرار؛ اعتقادی ارتداد کے اسباب بن رہے ہیں۔ لہٰذا قرونِ وسطیٰ کے بعض ادوار کی تعبیرات پر نصوص کی روشنی میں از سرِ نو غور و فکر کی ضرورت ہے۔